ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

مدیر اعلیٰ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

نگران اعلیٰ مرکزی مجلس رضا لاہور

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

042-37213560

0300-4235658

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
کے افکار کا علمی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

نائب مدیر: محمد عالم مختار حق   مدیر: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

جلد ۱۸ — جنوری ۲۰۱۲ء — صفر المظفر ۱۴۳۳ھ — شمارہ ۱۸۲

فہرست مضامین

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	02
اداریہ	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	03
[illegible] ایک نظر میں	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	06
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ([illegible])	مولانا [illegible] صاحب	07
امام احمد رضا اور اصلاح نعت	مولانا محمد شاہد القادری	12
صاحبزادہ پیر میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ		17
ہندوستان میں اہلسنت و جماعت کی شیرازہ بندی	علامہ [illegible]	18
علمائے [illegible] میں اہلسنت کا موقف	مفتی محمد خان صاحب قادری	
حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مشن	[illegible] محبوب احمد صاحب	31
لاہور کی قدیم مساجد	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	41

ہدیہ: ۳۰/- روپے   سالانہ چندہ: ۳۰۰/- روپے

قارئین جہانِ رضا اپنے تحریری خیالات کا اظہار کر کے ممنون فرمائیں۔

مرکزی مجلس رضا = مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ، لاہور
موبائل: 0300-4236658

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہانِ رضا — اداریہ — جولائی ۲۰۱۲ء

جہانِ رضا بیس سال سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے افکار و تعلیمات کو پھیلا رہا ہے۔ یہ مرکزی مجلس رضا لاہور (۱۹۶۸ء) کا ترجمان ہے۔ مرکزی مجلس رضا کی بنیاد حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں رکھی تھی۔ اور اہلسنت و جماعت کی بگڑتی ہوئی اعتقادی صورتحال کو امام رضا کے افکار کی روشنی میں سہارا دیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سنیوں کی اعتقادی دنیا کے راہنما فاضل بریلوی کی خدمات سے اغماز برتا جا رہا ہے اور سنی صرف ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام''۔ پڑھ خوش ہو جاتے ہیں۔ حکیم صاحب نے دن رات افکار رضا کی اشاعت کا کام شروع کیا اور اعلیٰ حضرت کی اعتقادی کتابوں کو شائع کر کے اہل علم تک پہنچانا شروع کیا۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان کے علمائے کرام نے بھی ان کتابوں کا مطالعہ کیا تو ایک کروٹ لی۔ چند سالوں میں ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' نے ۸ لاکھ سے زیادہ کتابیں شائع کر کے پاک و ہند کے علمائے کرام میں تقسیم کیں اور اس طرح علمائے کرام اور دوسرے سنیوں میں بیداری کی ایک لہر جاری ہو گئی۔

حکیم صاحب کے اس کام کو دیکھ کر پاک و ہند میں کئی اسکالرز اور ادارے آگے بڑھے اور کام کرنے لگے۔ کتابیں شائع کرنے لگے۔ تقسیم کرنے لگے۔ ''یوم رضا'' منانے لگے۔ کئی سنی سکالرآگے بڑھے اور انہوں نے افکار رضا کو پھیلانے میں اہم اقدام کیا۔ اعلیٰ حضرت کی اعتقادی خدمات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی خدمات پر کتابیں شائع ہونے لگیں۔ اس تحریک نے

ملک کے کئی اشاعتی اداروں کو ترجمہ قرآن کنزالایمان اور فتاویٰ رضویہ کی اشاعت پر آمادہ کیا۔ اور یوں محسوس ہونے لگا ..... گویا گلستان کھل اُٹھا!

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا کی کوششوں نے پاک و ہند کے علماء کرام میں بیداری پیدا کردی۔ مگر بعض علمائے اہلسنّت نے حکیم صاحب کے دست و بازو بن کر اس قدر دھوکا دیا کہ آپ مجلس رضا سے کنارہ کش ہو گئے اور یہ بہتا ہوا چشمہ رک گیا اور جس مجلس نے لاکھوں کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کی تھیں فراموش ہو گئی۔

چند سال تعطل کے بعد "جہانِ رضا" مرکزی مجلس رضا کی آواز بن کر اٹھا اور افکار رضا کو پھیلانے لگا۔ جہانِ رضا ہر ماہ پیغام رضا لے کر علمائے کرام اور عشاق رضا کے دروازوں پر دستک دینے لگا اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر مختلف مضامین شائع کرنے لگا۔ مرکزی مجلس رضا کی تحریک پر کئی اشاعتی ادارے اعلیٰ حضرت کی بڑی بڑی کتابیں شائع کرنے لگے، مگر "جہانِ رضا" بلند پایہ مضامین لے کر دنیا کے ہر گوشے تک پہنچا۔ الحمدللہ آج دس سال ہو گئے۔ جہانِ رضا سفیر رضا بن کر دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ رہا ہے۔

آج سنیوں کی بے اتفاقی اور انتشار کی وجہ سے ہمارے عقائد میں بھی انتشار پھیلنے لگا ہے۔ ہم نے سابقہ شمارے میں سنیوں کے اندر بعض علمائے کرام کی اعتقادی بے راہ روی کا رونا رویا تھا اور ان کی عجیب و غریب اعتقادی تاویلات پر ماتم کیا تھا اور بتایا تھا کہ ان علمائے کرام کی فاضل بریلوی کی تحریروں سے بے خبری کا نتیجہ ہے کہ وہ اعتقادی دنیا میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ اور طرح طرح کی تاویلیں کر کے مسلمہ عقائد سے بے راہ روی اختیار کر رہے ہیں اور عوام الناس کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ہماری اس آہ و فغاں کو اہل درد نے

سُنا۔ اہل علم و فضل نے پڑھا تو بہت سے خط لکھ کر ایسے انتشار پسندوں کے رویے پر اظہار مذمت کیا۔ بعض علمائے کرام ہمارے پاس خود چل کر آئے اور ان اعتقادی مسائل پر تفصیلی گفتگو کر کے ہمارے تحفظات کی تائید کی اور ایسے شر پسند عناصر کی مذمت کی اور اعتقادی راہوں سے بھٹکنے والے علماء کی بے راہ روی سے اظہار برأت کیا۔

آج ہمارے ملک میں سیاسی افراتفری پھیلی ہوئی ہے حکومت کی نااہلیوں، ناکامیوں، لوٹ کھسوٹ اور رشوت ستانیوں کے افسانے سرعام سُنائے جا رہے ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر شور مچا رہی ہے اور جلسے کر رہی ہے۔ ملک کی دینی جماعتیں اگرچہ سیاسی جماعتوں کی طرز پر جلسے جلوس اور ریلیاں اور دھرنے مار رہی ہیں۔ مگر ان کی اجتماعی قوت اتنی کمزور ہے کہ وہ سیاسی مداریوں کے شور شرابے کے سامنے ناکام دکھائی دیتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے اس شور شرابے میں ہمارے حق علمائے کرام ایسے بچے کی آواز بن کر رہ گئے ہیں جو کسی میلے میں کھو گیا ہو۔

ان حالات میں ہمارے علمائے کرام کو اپنی اعتقادی آواز کو بلند کرنا چاہئے اور اس آواز میں سب سے پہلے عشق مصطفیٰ کی آواز ہو۔ امام اعظم کی حنفیت کی آواز ہو، جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی قادری آواز ہو، جو حضرت خواجہ اجمیری چشتی کی آواز ہو۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی کی آواز ہو جو آخر میں امام احمد رضا خاں کی آواز ہو۔ یہ آوازیں "یارسول اللہ انظر حالنا" کہتے ہوئے۔ حنفی ہوں۔ قادری ہوں۔ چشتی ہوں۔ نقشبندی مجددی ہوں اور بریلوی ہوں تو پھر

اک جہانِ تازہ ہوگا نعرۂ تکبیر سے!

غزالی دوراں ایک نظر میں

نام: سید احمد سعید کاظمی۔ لقب: غزالی زماں۔ نسب مبارک: آپ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والد گرامی: سید مختار احمد کاظمی۔ ولادت: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء۔ مقام ولادت: امروہہ، صوبہ اتر پردیش (انڈیا)۔ اعلیٰ تعلیم اور فراغت: اپنے بڑے بھائی مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی کے زیر تربیت سولہ سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء تک درس نظامیہ کی تحصیل کی اور مدرسہ محمدیہ امروہہ سے سند فراغت حاصل کی۔ اساتذہ: مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی۔ مخصوص تلامذہ: پروفیسر طاہر القادری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا حسین الدین ہاشمی دہلوی، مفتی شجاعت علی قادری، مفتی سعادت علی قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مولانا محمد خلیل کاظمی قادری، مولانا عبدالتواب، مولانا اشفاق احمد چشتی، مفتی غلام سرور قادری، مولانا پیر محمد چشتی، مولانا محمد فرید ہزاروی، مولانا محمد شریف ہزاروی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد عبدالغفور الوری۔ اجازت حدیث: مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور مفتی محمد صدیق ہزاروی کو اتصا الاعمال بالنیات پڑھا کر سند حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔ بیعت وارادت: مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی۔ تدریسی خدمات: جامعہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ محمدیہ امروہہ، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، اسلامی یونیورسٹی میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ کیلئے آپ منتخب ہوئے اور ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک مکمل نو سال علم حدیث کا درس دیا۔ درس قرآن وحدیث: ۱۹۳۵ء سے ملتان میں آپ نے بیرون لوہاری دروازہ میں ۵۰ سال تک درس قرآن کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ حضرت چپ شاہ کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد حدیث کا درس بھی شروع کیا اور درس مشکوٰۃ، بخاری شریف دیتے رہے۔ انوار العلوم کا قیام: ۱۹۴۴ء میں ملتان میں جامعہ انوار العلوم قائم کیا۔ اس عظیم درسگاہ سے اب تک ۲۲ ہزار سے زائد طلبہ دورہ حدیث کی تکمیل کر چکے ہیں۔ ۱۳ ہزار نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور ۱۸ ہزار تجوید و قرأت کی تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ اہم تصانیف: حیات النبی، معراج النبی، میلاد النبی، تقریر منیر، مکالمہ کاظمی و مودودی، اسلام اور سوشلزم، اسلامی معاشرے میں طلبہ کا کردار، اسلام اور عیسائیت، فتویٰ حنفی، آئینہ مودودیت، التبیان (تفسیر پارہ اول)، البیان (ترجمہ قرآن)، مقالات کاظمی (تین جلدیں)۔ ملی وسیاسی خدمات: قائد اعظم کے ساتھ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل کے بعد آپ کو اس کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ (۱۹۷۷ء) اور تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ وصال: ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق ۸ جون ۱۹۸۶ء

ساجد علی ساجد رضوی (جامع مسجد نوری محلہ، پہاڑپور، مئوناتھ بھنجن یوپی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

ایک سوانحی خاکہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ مورخہ 10 شوال المکرم 1272ھ مطابق 14 جون 1856ء کو ہندوستان کے مشہور و معروف شہر بریلی (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ متعلقہ رواج سے نومولود بچے کا نام محمد رکھا گیا اور تاریخی اسم گرامی المختار تجویز کیا گیا۔ مہربان والا حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے احمد رضا نام تجویز فرمایا۔

حسب ونسب

ان کے آباؤ اجداد قندھار کے قبیلہ بڑھیچ کے معزز پٹھان تھے اور وہ شاہان مغلیہ کے دور میں لاہور آئے اور باعزت عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انھیں لوگوں کی جاگیر تھی۔ چند دنوں کے بعد وہاں سے منتقل ہو کر ہندوستان آ گئے۔

عہد طفولیت

ان کی پیشانی سے نور سعادت کی کرنیں بچپن ہی سے روشن تھیں جسے اہل نظر نے دیکھا بھی اور اس کی نشان دہی بھی کی کہ یہ بچہ مستقبل قریب میں علم و فضل کا آفتاب بن کر چمکے گا۔ وہ ایام طفولیت سے ہی حق پسندی وحق شناسی کا مجسمہ تھے۔ ایک مرتبہ اپنے استاذ گرامی کے پاس جلوہ افروز تھے کہ اسی اثنا میں ایک بچے نے استاذ محترم کو سلام کیا تو جواباً استاذ نے کہا: جیتے رہو۔ فوراً انھوں نے لقمہ دیا کہ استاذ محترم! یہ تو جواب نہ ہوا۔ جواب تو وعلیکم السلام ہے۔ اس طرح کا اعتراض اور جواب سن کر استاذ گرامی ششدر رہ گئے اور اس حق گوئی پر بے حد خوش ہوئے۔

تعلیم وتربیت

انھوں نے علوم وفنون معقول ومنقول کی بیشتر تحصیل اپنے والد گرامی حضرت مولانا شاہ

نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر فرمائی۔ اس کے علاوہ مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی، علامہ عبدالعلی رامپوری، مولانا شاہ ابوالحسین نوری اور علامہ غلام عبدالقادر بیگ بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی استفادہ فرمایا اور ان حضرات کی صحبت میں رہ کر علم و فضل، زہد و تقویٰ، حلم و بردباری، دین و کمال فقاہت، عشق رسالت، توقیر سیادت اور دیگر علوم و فنون کی پختگی میں اس قدر جب تیار ہوئے تو دنیا نے دیکھا کہ چودھویں صدی ہجری میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا اور صرف 13 سال کی عمر شریف میں ہی یعنی 14 شعبان المعظم 1286ھ کو فارغ التحصیل ہو گئے۔ نیز اسی روز سے رضاعت کے بارے میں ایک فتویٰ لکھ کر فتویٰ نویسی کا آغاز فرما دیا۔ پھر جب والد گرامی نے اس قدر ذوق و شوق اور طبیعت کے میلان کا رجحان دیکھا تو افتاء سے متعلق تمام تر ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر دیں۔

بیعت و خلافت

1294ھ مطابق 1877ء کو مارہرہ تشریف لے گئے اور مسند نشین آستانہ پیر طریقت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام تر سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ قائم اسی موقع پر شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا "ابھی تک (فقیر آل رسول) اپنے بارے میں متفکر تھا کہ اگر روز محشر رب العزت کے حضور یہ سوال کیا گیا کہ آل رسول تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا ہے؟ تو آخر میں کیا عرض کر سکوں گا، مگر آج بحمدہ تعالیٰ احمد رضا کے آ جانے سے یہ فکر جاتی رہی اور اگر روز محشر مجھ سے یہ سوال کیا گیا تو میں پیش خدا یہ عرض کر دوں گا: خدایا! تیرا عاجز بندہ تیرے حضور دنیا سے احمد رضا کو لایا ہے۔"

علمی مہارت

متعدد کتابوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ انھیں پچاس سے زیادہ علوم و فنون پر کامل دست رس حاصل تھی، چنانچہ وہ خود اپنے رسالہ "الاجازۃ الرضویہ" میں 54 علوم و فنون کا ذکر فرماتے ہیں اور بعض محققین نے ان کا شمار ستر تک بتایا ہے۔

زیارت حرمین شریفین

1296ھ مطابق 1878ء کو والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور حج و

زیارت بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حرمین طیبین کے جلیل القدر علماء کرام مثلاً مفتی حنفیہ حضرت عبدالرحمن سراج اور مفتی شافعیہ حضرت سید احمد دحلان وغیرہ سے فقہ، تفسیر اور اصول فقہ پر اسناد حاصل کیں اور خود بیش تر علماء کو اسناد سے سرفراز فرمایا۔

دوسری بار حج بیت اللہ

1323ھ میں ایک بار پھر وہ حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے۔ اس موقع پر علماء حرمین نے ان کی بے حد قدر و منزلت فرمائی جس پر علمائے حجاز کی تقاریظ شاہد عدل ہیں جو حسام الحرمین میں موجود ہیں۔ علمائے حرمین طیبین نے بے شمار القابات سے ان کو نوازا۔ حضرت علامہ سید اسماعیل مکی فرماتے ہیں: "اگر ان کے یعنی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد اعظم ہیں تو یہ بلاشبہ صحیح ہے۔"

بحیثیت نعت گو شاعر

وہ ایک بلند پایہ فقیہ، مشہور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی اور سخن سنجی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے ساختہ اظہار نہیں بلکہ آیات قرآن کی تفسیر ہیں۔ انھوں نے نعت گوئی بھی قرآن سے سیکھی، جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں "قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔" معلوم ہوتا ہے کہ روز اول سے ہی مدحت رسول ﷺ آپ کے لیے مقدر کر دی گئی تھی۔ انھوں نے نعت گوئی کو مسلک شعری کی حیثیت سے اپنایا اور اس کو کمال بخشا کہ اردو شاعری میں جس کا جواب نہیں ملتا۔ عالم وجد میں خود کہتے ہیں:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

نعت رسول کے علاوہ انھوں نے اولیائے کاملین، بزرگان دین کی شان میں منقبتیں اور قصیدے لکھے، مگر اہل ثروت و حکام امراء کی مدح میں کچھ نہ لکھا بلکہ فرماتے ہیں کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

بحیثیت کثیر التصانیف عالم

بحیثیت ایک کثیر التصانیف عالم بھی تھے۔ ایک لحاظ سے دنیائے اسلام میں انھیں تصنیف

وتالیف کے اعتبار سے ایک امتیازی مقام حاصل ہے، کیونکہ ایک اندازے کے مطابق ان کی تصانیف پچاس علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد ہیں۔ اس قدر تصانیف کے علاوہ آپ نے مختلف علوم وفنون کی تقریباً اسّی کتابوں پر تعلیقات وحاشیے بھی تحریر کیے ہیں۔ اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ دو علمی وفقہی شاہکار خاص طور پر قابل ذکر اور لائق ستائش ہیں۔ ایک فتاویٰ رضویہ جس کا پورا نام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے، جس کی صرف کوئی جلد جہازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے اکثر فتاویٰ بجائے خود تحقیقی مقالات ورسائل کا حکم رکھتے ہیں۔ دوسرا علمی شاہکار قرآن مقدس کا ترجمہ ہے جس کا نام "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے۔ نگاہ عشق ومحبت سے بہت کم لوگوں نے قرآن کا ترجمہ کیا ہے، کیونکہ یہ ایک تحقیقی امر ہے کہ قرآن کے ترجمے میں جہاں علمی صلاحیتوں اور لیاقتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں نگاہ پاک میں اور جہان بے تاب کا بھی دخل ضروری ہے، اس خصوصیت کا صرف آپ کا ہی ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے۔

آپ کی سیاسی بصیرت

ہندوستان کی سرزمین پر انیسویں صدی عیسوی میں جب انگریزی ذہنیت رکھنے والوں نے ایک قومی نظریے کی اشاعت کی تو انھوں نے "یمانین قاطعہ رنج ساطعہ" سے بھرپور شان کے ساتھ اس نظریے کا رد فرمایا۔ اس مرحلے میں ان کے خلفاء وتلامذہ نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی ذات پاک سیاسی بصیرت اور مومنانہ فراست کا بہترین نمونہ تھی۔ 1919ء میں خلافت تحریک، ترک موالات کے وقت جب بڑے بڑے علمائے کرام وقت کے دھارے پر بہ رہے تھے، شعائر اسلام ومسلمین کو زبردست خطرات کا سامنا تھا تو اس وقت بھی آپ نے اعتدال، سنجیدگی اور شریعت مطہرہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ نتیجتاً مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کو رجوع کرنا پڑا۔

مشاہیر خلفاء وتلامذہ

جیسا کہ ابتدا میں ذکر کیا گیا ہے ان کو مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی، مثلاً سلسلۂ عالیہ قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ وغیرہ، یہی وجہ ہے کہ کافی تعداد میں ان کے خلفاء ومریدین تھے۔ مریدین کا شمار تو بہت مشکل کام ہے علاوہ ازیں خلفاء کی تعداد بھی کم

نہیں۔ حرمین شریفین کے علاوہ ہندو پاک کے وہ علمائے کرام جنھیں آپ نے خلافت سے بہرہ ور کیا ان کے اسمائے گرامی حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ الاجازات المتینہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں، جن کی تعداد 50 کے قریب ہے جو اپنے وقت کے علامہ اور مرجع خلائق رہے، نیز ان کے تلامذہ کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔

سفر آخرت

عالم سنت کا یہ آفتاب اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ بروز جمعہ 25 صفر المظفر 1340ھ مطابق 28 اکتوبر 1921ء کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف کا شانۂ اقدس میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ مزار پاک محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہے۔ ہر سال 25 صفر کو عرس مبارک منایا جاتا ہے۔

مولانا محمد شاہد القادری

امام احمد رضا اور اصلاح امت

چودھویں صدی ہندوستانی مسلمانوں کے لیے کربناک اور فتنہ سامانیوں کی صدی تھی۔ عیسائی پادری مسلمانوں کے قانون شریعت پر نکتہ چیں تھے جس کے سبب پورا ملک اضطرابیت کا شکار تھا۔ دوسری طرف علماء سوء کا جتھا تھا جو عقیدۂ توحید و رسالت محبت رسول اور صحابہ، خانقاہی مصلح نظام اور اسلامی معمولات کو متزلزل کرنے میں سرگرداں نظر آ رہا تھا۔ ایسے پرفتن دور میں ایک ایسے داعی الی اللہ کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کی ہر محاذ پر رہنمائی کرے اور مخالفین کو دندان شکن جواب دیکر مبہوت کر دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول مختار ﷺ کی بھولی بھالی امت کے ایمان وعقیدے کی صیانت کے لیے اور علماء اسلام کی قیادت کے لیے ایک عظیم مصلح قوم وملت کو 10 شوال المکرم 1272ھ کو بریلی شریف میں پیدا فرمایا۔ جسے دنیا "مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی" کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔

امام موصوف کی آفاقی شخصیت پہ بے شمار جہتوں سے کئی سالوں سے ارباب قلم طبع آزمائی کر رہے ہیں ان گوشوں میں سے آپ کا مصلحانہ کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعہ امت مسلمہ کی بے راہ روی، غیر اسلامی رسم ورواج، اسلام کے نام پر غیر شرعی امور پر ترجیح اور جاہل صوفیوں کے بے جا طرز تکلم پر قدغن لگائی ہے چند شواہد نذر قارئین ہیں۔

(1) تحقیر صوم وصلوٰۃ: کسی نے عرض کیا حضور بعض لوگ مسلمان ہو کر نماز اور روزے کے تعلق سے لایعنی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ حکم شرع نافذ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "بلاشبہ صوم وصلوٰۃ کی تحقیر کرنے والا فرد مرتد ہے۔ اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔۔۔ تو مسلمان کا ان سے میل جول حرام، اسلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مر

جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، جب تک یہ توبہ نہ کر لیں۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص 129)

(2) مسلمان کی ایذا رسانی: "بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ کیا جائے گا مگر منافق (1) اسلام میں بڑھاپے والا (2) عالم (3) بادشاہ اسلام عادل ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 5 ص 791)

(3) فخر بالنسب کی رذالت: "شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ نے فرمایا تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ ہاں اور باب نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ج 5 ص 295)

(4) چھوٹی برادری کا احترام: "اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمان کے ذہن میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہوگا۔" (فتاویٰ رضویہ ج 5 ص 294)

"دھوبی (مسلمان) کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کھانا ناپاک ہے محض باطل ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ج 3 ص 255)

(5) حرمت مزامیر: "مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں۔ جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافتراء ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 54)

(6) نشہ، بھنگ، چرس: "نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے۔۔۔۔ ہاں اگر دوا کے لیے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں۔ بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔" (احکام شریعت ج دوم)

(7) صلعم لکھنا: "اور درود وسلام کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صلسلم لکھنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنی ہیں۔" (صلات الصفا ص 14)

اسی طرح قدس سرہ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت وحرمان برکت ہے۔ ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے (آمین)۔

(فتاویٰ افریقہ ص 46)

(8) حرمت تصاویر: ''حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سے سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں۔''

(شفاء الوالہ 3)

جاندار کی تصویریں بنانا دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور ان معبودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام واشد کبیرہ ہے۔ ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے۔ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب الحرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 3 ص 190)

(9) قبر پر یا قبر کی طرف نماز پڑھنا: ''قبر پر نماز پڑھنا حرام۔ قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام۔ قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت وغیرہ کرنا حرام۔ اگر مسجد میں کوئی قبر آ جائے تو اس کے آس پاس چاروں طرف دیوار اگرچہ پاؤ گز ہو قائم کرے اس پر چھت بنائیں کہ اب نماز یا پاؤں رکھنا قبر پر نہ ہوگا بلکہ اس چھت پر جس کے نیچے قبر ہے اور نماز قبر کی طرف نہ ہوگی بلکہ اس دیوار کی طرف اور یہ جائز ہے۔

(عرفان شریعت دوم)

(10) جانور پالنا: ''بٹیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے۔ بلاوجہ بے زبانوں کو ایذا دینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ کتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ (احکام شریعت دوم ص 80)

(11) تاش و شطرنج کھیلنا: ''یہ سب کھیل ممنوع و ناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں۔ گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ اس امر کے سبب سخت گناہ کا موجب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 44)

(12) طریقہ کشتی: ''کشتی جس طور پر آج کل لڑی جاتی ہے محمود نہیں اس میں ستر پوشی ہوتی ہے۔ مجمع عام ہوتا ہے اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے حرام ہے۔ (الملفوظ چہارم ص 30)

(13) پتنگ بازی: ''کن کیا اڑانا لہو ولعب ہے اور لہو ناجائز ہے۔ ڈور لوٹنا بھی حرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔ لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر

معلوم ہو تو فرض ہے کہ اسے دے دی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کو پہننا حرام ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا اعادہ واجب ہے۔

(احکام شریعت اول ص 21)

(14) چوری کا مال: ''چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے۔ اگر کوئی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملکیت نہ بتائے تو اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ج 7 ص 38)

(15) سوال و گداگری: ''بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال اپنا پیشہ بنا لیا ہے وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک و خبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔ جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج 4 ص 498)

(16) مسجد میں سوال: ''مسجد میں سوال نہ کرے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور اسے دینا بھی نہیں چاہیے کہ یہ سے پر اعانت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے تو ستر اور درکار ہیں جو اس دینے کا کفارہ ہوں۔ اور ایسی بے تمیزی سے سوال کرتا ہے کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرتا یا بیٹھے ہوؤں کو پھاندکر جاتا ہے تو اسے دینا بالاتفاق ممنوع ہے۔ (احسن الوعاء ص 132)

(17) فال: ''قرآن مجید سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں۔ بعض حنابلہ مباح کہتے ہیں اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام اور ہمارے علماء حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز و ممنوع اور مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ افریقہ ص 160)

(18) مرد کی انگوٹھی: ''چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے، تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے۔

(احکام شریعت دوم ص 30)

(19) سیاہ خضاب: ''سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ (احکام شریعت اول ص 72)

خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کر کے بلا ضرورت شرعی استعمال کرنا سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ وسمہ لگانا حرام ہے۔ مہندی (داڑھی میں) جائز ہے بلکہ سنت ہے۔ (حکم الطیب ص 11)

(20) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا: "موڈرن مزاج کے نوجوان لیڈر کہلانے والے نام نہاد مسلمان کھڑے ہو کر پیشاب کرنا فخر محسوس کرتے ہیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں امام احمد رضا سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا" کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور طریقہ نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ بے ادبی و بدتہذیبی ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔' (فتاویٰ افریقہ ص 9)

(21) جوتا پہن کر کھانا: "کھانا کھاتے وقت جوتا اتار لینا سنت ہے۔ دارمی و طبرانی و حاکم بافادہ تصحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کھانا کھانے بیٹھو تو جوتے اتار لو کہ اس میں تمہارے پاؤں کے لیے راحت ہے اور یہ اچھی سنت ہے۔ (فتاویٰ افریقہ ص 38)

(22) آخری بدھ: "آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے ابتلائے سیدنا ایوب علیہ السلام اسی دن تھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 227)

(23) مونچھیں بڑھانا: "مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ ہے۔ سنت (طریقہ) مشرکین و مجوس یہود و نصاریٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بناؤ۔
(فتاویٰ افریقہ ص 11)

(24) مراسم شادی: "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے۔ اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں۔ جس شادی میں اس طرح کی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مرد، عورتوں پر لازم ہے فوراً اسی وقت (محفل سے) اٹھ جائیں۔ (ہادی الناس ص 3)۔

ہوتا ہے' وہ خود بھی صاحب کمال ہوتا ہے اور اس کے پاس جو بیٹھ جائے اسے بھی وہ کمال عطا فرما دیتا ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جسے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے کہا تھا کہ میں نے ایک دفعہ مٹی کو سونگھا تو اس میں سے خوشبو آ رہی تھی۔ اس مٹی سے میں نے سوال کیا کہ اے مٹی! تیرے اندر یہ خوشبو کہاں سے آ گئی؟ تو تو خاک ہے' تیرا خاصہ خوشبو دینا نہیں ہے۔ تو اس مٹی نے جواب دیا:

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اے اللہ کے بندے! میں واقعی مٹی ہوں اور خاک ہوں لیکن پھولوں کی صحبت میں رہی ہوں۔ ان پھولوں کی صحبت کی برکت سے میرے اندر سے بھی خوشبو پھوٹنے لگی ہے۔
حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ گل سرسبد تھے کہ جن کے پاس بیٹھنے والے کو بھی بقدر ظرف خوشبو حاصل ہوتی تھی اور ان کے پاس بیٹھنے والے مختلف طرح کے مختلف قسم کے لوگ ہیں مختلف شعبوں کے لوگ ہیں۔

یونیورسٹی کے پروفیسر اور اسکالرز اور پیر جو بھی حکیم صاحب کی بارگاہ میں آیا کرتے تھے اور امرتسر کے پرانے باسی' پہلوان' درویش' فقیر' پھلوں' فروٹوں پر بیٹھنے والے اور دودھ دہی بیچنے والے بھی آیا کرتے تھے۔ مشائخ میں دیکھیں تو صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب جیسے لوگ اور شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں ہے جو میں نے خود دیکھا' مشاہدہ کیا ان لوگوں کو۔ سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پشاوری کو میں نے پہلی دفعہ وہیں دیکھا اور بہت سارے بزرگ ہیں۔ حکیم صاحب کے جو کریڈٹس (Credits) ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ حکیم صاحب کی برکت سے ہم نے بڑے بڑے بزرگ دیکھے۔ ان کی صحبت میں جانے اور ان کے پاس بیٹھنے کے جو بونس (Bonus) ہوتے تھے ایک تو وہ ہوتا تھا جو براہ راست ہم نے ان سے لینا ہوتا اور وہ ہوتا تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے کی برکت سے جیسے میاں صاحب نے فرمایا:

تو وہ بیٹے کی عیادت کو آئی تھی۔ ایک قسم کی خوشبو نہیں تھی۔ بلکہ کئی قسم کی خوشبوئیں وہاں سے پھوٹ رہی تھیں اور حکیم صاحب ... جو وقت گزر رہا تھا ... منصب نہیں تھا ... وحشی الطبع ... تھے ... حال ... قادری ... غوث اعظم کا عاشق ... بیعت تھی اس لیے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ... قاسم علوم بھی بنایا، قاسم الشعور بھی بنایا اور قاسم رزق بھی بنایا ... ایک گہری نظر تھی کہ جس نا اہل کا ... خصوصاً طالب علموں پر شفقت فرمایا کرتے اور طالب علموں ... کے بارے میں پتا چل جاتا کہ یہ طالب علم ہے خواہ وہ کسی مدرسے یا جامعہ کا طالب علم ہے یا وہ کسی کالج یا یونیورسٹی کا طالب علم ہے۔ کمال شفقت اور مہربانی فرماتے تھے اس کی ضرورت کے مطابق۔ ... میں یہ بھی ایک کمال ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو ... کے بجائے اس کو اپنی طرف کھینچنے کے خواہش مند آ جاتے ہیں۔ کیونکہ استفادہ کرنا بھی ایک فن ہے۔ کیونکہ ہر آدمی میں یہ کمال نہیں ہوتا کہ وہ کسی صاحب کمال کے پاس جا کر استفادہ کرے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ مربی عصر تھے کہ آپ سے جو پاس آتے ان کو اس مشکل میں نہیں ڈالتے ... پھر مجھ سے ... خود ... کے مقام پر چلے جاتے تھے جہاں وہ ہوتا جس کلاس میں ہوتا ... قاعدہ ... ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ... ہیں جنہوں نے حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ سے علمی و تحقیقی

استفادہ بھی کیا اور مشورے بھی لیے ... پتا ایک شخص تھا یعنی حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب کمال دیا تھا کہ ضروری نہیں کہ بڑے سے چھوٹے لوگ ہی ... جب لوگوں کو ... کہتے تھے ... حکیم صاحب ... ہماری عمر کے لوگوں میں سے تھے۔ ... محمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ 1992 میں ... عمر 93 سال تھی ... حکیم صاحب کے فرمان پر ان کی ... حکیم صاحب کے پاس ... فاروقی صاحب ... حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ... تصرف بھی تھا ... غوث پاک ... غوث اعظم کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں آیا تو میں نے طالب علمی کے دور ... ڈھونڈ ... بغداد کے فقراء اور درویش ... مجھے پتا چلا ... درویش ... کہتے ہیں ... آپ فرماتے ہیں طالب علمی کے زمانے میں ... حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ... شریف ...

کرلیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی صاحب کا سلام پیش کرتا ہوں جنہیں عمرہ کر کے مدینہ شریف سے آئے ہوئے۔ حکیم صاحب بیٹھے بیٹھے چارپائی کے پیچھے کرسی پر ٹیک لگا کر وہ کرسی سے چپکے، اٹھ کر ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا "پہلے کیوں نہیں بتایا، ابھی تک گل پہنچی ہی نہیں"۔ اور ان کی ساری کیفیت بدل گئی اور ان کا سارا جلال جمال میں بدل گیا۔ اس بندے کو بڑا پروٹوکول دیا، بڑی محبت فرمائی، بڑی شفقت فرمائی، بٹھایا۔ اس سے بات چیت کی۔ یہ ایک روایت کا تسلسل تھا جس کے حکیم صاحب آخری امین تھے اور ہم اللہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس روایت کا تسلسل بھی دکھایا۔ حکیم صاحب کی برکت سے وہ رنگ دکھائے ہوئے سوائے ان کے ہم نے استفادہ بھی کیا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک انجمن تھے اور ایک جامع تھے شرط صرف یہ ہے کہ پیمانہ کم ظرف نہ ہو ورنہ ان کے پاس ماضی کا سودا بھی تھا، حال کا بھی تھا اور مستقبل کا بھی تھا۔ ماضی، حال، مستقبل کے حوالے سے جب رہنمائی کرتے وہ حقائق کو بہت اختصار کے ساتھ کھولتے تھے بڑے ہی مختصر وقت میں، مختصر فقرے میں، مختصر جملے میں۔ پھر جوان اور پیر کا فرق مٹ جاتا تھا۔ پھر وہ کیفیت تھی جسے اقبال نے اپنی دعا میں کہا تھا

فرد کو غلامی سے آزاد کر

جوانوں کو پیروں کا استاد کر

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ جذبہ تھا، ان کی یہ خوبی تھی کہ جو جوان آئے وہ پیر ہوئے۔ پیروں جیسے جوان، ایسے جوان جیسے انہوں نے تیار کیے۔ ایسے جوانوں کو سب سے فیضیاب فرمایا، ان کی تربیت فرمائی، تیار کر کے قوم کو دیے جس میں حسن ادب، جذبے، صلاحیت اور اہلیت کی تھی۔ حکیم صاحب سے جو حصہ فراق سے ملا ہے اس بندے سے بھی وہ کام لیا۔

آخری بات آپ دیکھتے ہیں کہ عرس پر لوگ چڑھتے ہیں، در چڑھتے ہیں، مدینہ اور فتوحات آتی ہیں۔ میں آج غور کر رہا تھا کہ صوفیائے کرام کے جو عرس و مشرب ہوتے ہیں وہ ان کے بعد بھی ان کے عرسوں پر ان کے مزارات پر سلسلہ وار

جاری رہتے ہیں۔ جیسے داتا صاحب کے ہاں سے میں کسی سے پوچھتا ہوں پوچھا ہو تو اس نے کہا کہ مزار کے سرہانے جا کر دیکھیے رحلوں پر قرآن رکھے ہیں ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی ہے کیونکہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن سے تعلق تھا، شغف بالقرآن تھا اور قرآن سے ان کا عشق تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مزار پر ان کے سرہانے پاک کتاب رکھوا دی اور قیامت تک کے لیے تلاوت کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ ان کا یہ مشرب ہے۔ کسی کا مشرب ہے کہ نعت خوانی ہو رہی ہے، کسی کا مشرب ہے کہ وہاں قوالی ہو رہی ہے، کسی کا مشرب ہے کہ وہاں لنگر بٹ رہا ہے۔ جیسے آپ عرض کرتے ہیں حکیم صاحب کا عجیب مشرب تھا کہ ساری زندگی کتاب سے عشق رہا، کتاب لکھی، کتاب بانٹی، کتاب پڑھی، کتاب پڑھوائی۔ جس بندے کا کتاب سے کوئی تعلق ہو گیا اس کی پڑھائی چلا دی۔ اعزاز دیا، چاہے وہ منظر بے چارہ وہ پڑھا لکھا ہے، وہ مصنف ہے کوئی بھی ہو، لکھنے والا ہے، خطیب ہے، عالم ہے تو بڑی بات ہے یا طالب علم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ ادا پسند آئی کہ میں دیکھتا ہوں جب بھی ان کا عرس آتا ہے ایک بار کتابوں کا جھنڈا اونچا ہے۔ یہ کتاب سے ان کا تعلق اور کتاب سے ان کا عشق تھا وہ اس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ آج بھی آپ کو اس شہر میں جب ان حکیم صاحب کی زیارت نہیں ملے گی وہاں آپ کو کتابیں بھی ملیں گی اور یہ حکیم صاحب کا تصرف ہے صدقہ جاریہ ہے میاں۔ پیر صاحب، میاں صاحب اس کا تسلسل ہیں ان کا حصہ ہیں۔ یہ تو بھی (TOO) ہیں جن کو حکیم صاحب سے نسبت ہے۔ میاں جی صاحب پیٹ درد بیٹھے تھے، میرے والد صاحب کہتے تھے کہ میں نے حکیم جی کو دیکھا ہے ان سے ایسے جیسے لگے بعد میں وہ کارندہ بنا دیا۔ میاں پیر صاحب کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب تھے، حکیم صاحب وصال کے بعد دیکھے گئے کہ "میرے دل وہاں" ... یہ میاں صاحب ان کا بیان ہے جو سامنے تشریف فرما ہیں۔ حکیم صاحب میں یہ تھا، ایک بات تھی، اللہ رب العالمین نے ان کو کار بگری تجلی ہوئی تھی جسے میاں صاحب نے کہا تھا کہ

مرد ملے تاں درد گوا دے اوگن دے گن کرد

کامل مرد محمد بخشا لعل بنا دے پتھر

[illegible] ... محمد اللہ ... [illegible]

دفاعِ ختمِ نبوت کی تحریک میں قائدانہ کردار
کے حامل بزرگانِ اہلسنت کا دل آویز تذکرہ
جو ایک تاریخ بھی ہے اور دستاویز بھی
تجلیاتِ ختمِ نبوت
از صلاح الدین سعیدی
گلزار نیازی دارالکتابت
داتا دربار مارکیٹ لاہور 0333-4330982

لاہور کی قدیم مساجد

☆ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

لاہور تاریخ [illegible] محمود غزنوی کی آمد کے بعد مسلمان [illegible] میں آباد ہونے لگے تھے۔ وہ اللہ کی عبادت کے لیے [illegible] مختص کر [illegible]۔ جب محمود غزنوی [illegible] قوت [illegible] قلعہ کی تعمیر [illegible] مسجد [illegible] مسجد خشتی تھی یعنی اینٹوں سے بنی ہوئی [illegible] مسجد کا [illegible] شہر میں [illegible] عمارت [illegible]۔ [illegible] بعد لاہور میں مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت سید محمد اسماعیل محدث [illegible] لاہور [illegible] مسجد [illegible] محدث [illegible] تعمیر کی [illegible] حضرت داتا گنج بخش [illegible] مسجد [illegible]

مسجد داتا گنج بخش

حضرت داتا گنج بخش سے منسوب [illegible] مسجد [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] میں [illegible]
[illegible] تھے [illegible]
[illegible] بچا [illegible]

اس [illegible] مسجد [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] حقیقت [illegible]
[illegible] مساجد [illegible]
[illegible]
[illegible] مسجد بنائی

ٹبلی مسجد

لاہور کی قدیم ترین مساجد [illegible] مسجد [illegible]
مسجد شاہ [illegible] لاہوری [illegible] کے قریب [illegible] یہ
مسجد [illegible] کے [illegible] پہنچے [illegible] کے ایک [illegible]
نے تعمیر کیا تھا۔

ایک قدیم مسجد [illegible] کے [illegible] حویلی [illegible]
[illegible] قریب [illegible] مساجد [illegible] بھی پہلے تعمیر ہوئی تھیں۔ [illegible]
مسجد [illegible] "مسجد [illegible]" ہے جو [illegible] محلے میں ہے [illegible]
سے پہلے [illegible] سید محمد علی شاہ نے بنایا تھا

قدیم لاہور میں سب [illegible] مساجد تعمیر ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تھا "جعلت لی الارض مسجدا وطہورا" میرے لیے ساری زمین مسجد اور
پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ لالہ کنہیا لال نے "تاریخ لاہور" میں [illegible]
[illegible] مسجد کا [illegible] حویلی [illegible] تھی جو [illegible] میں [illegible]

[illegible] بیٹھی [illegible] حویلی [illegible]
[illegible] مسجد [illegible] کی حفاظت
[illegible] مسجد [illegible]

دیپچی مسجد

[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]

در پئے تاریخ او بردم [illegible] عقل گفت
[illegible] مسجدے [illegible] شفا خانہ

آخری مصرعہ کے اعداد ۹۹۲ھ نکلتے ہیں۔

عہد جہانگیر سے [illegible] ایک [illegible] میاں میر [illegible] ہے۔
جہاں سے دارالعلوم نظامیہ دینی تعلیمات کو پھیلا رہا ہے۔ یہ مسجد ۱۰۱۵ھ میں تعمیر کی گئی
تھی۔ اس کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں [illegible]
[illegible] اس وقت [illegible] شیخ [illegible] مسجد میں [illegible]
[illegible] اس کا خیال [illegible] تاریخ میں [illegible]
[illegible] مسجد کا [illegible]

جب جہانگیر لاہور آیا تو اس نے اپنی نگرانی میں ایک عظیم الشان مسجد ۱۰۳۳ھ میں
تعمیر کروائی اس کا نام اپنی والدہ کے نام پر مریم زمانی [illegible] یہ قلعہ لاہور کے مشرقی
دروازے کے باہر جہاں مستی دروازہ ہے بنائی گئی تھی۔ مستی دروازہ کا نام دراصل مسجدی
دروازہ تھا۔ مسجد کو [illegible] بیگم شاہی [illegible] یہ مسجد اپنے زمانے میں لاہور کی تمام
مساجد سے [illegible] تعمیر [illegible] میں بے مثال مسجد تھی۔ سکھ دور میں اسے [illegible]
گیا۔ [illegible] جہاں [illegible]

خطابت و امامت کرتے رہے۔ بھی دروازے کے اندر (جسے ڈلی دروازہ کہا جاتا تھا) کے بازار کے آخر میں شاہجہان کے ایک امیر مستعد خان نے ۱۰۳۷ھ میں ایک مسجد بنوائی۔ اس کا کتبہ کناری بازار کی مسجد میں اب تک محفوظ ہے۔ مستعد خان نے مسجد کی تعمیر پر ایک شعر لکھا تھا۔

زہے تو ہم ازاں خواجہ مستعد بخشد
خدائے دوست چو اقبالِ دیگرے شاہجہاں

مسجد وزیر خان!

حکیم مولانا علیم الدین انصاری بہ منصب "وزیر خان پنجاب" چنیوٹ کا باشندہ تھا۔ بڑا اعلیٰ طبیب اور عالم دین تھا۔ وہ طبیب کی حیثیت سے شاہجہان کے دربار سے وابستہ ہوا۔ آہستہ آہستہ اپنی امانت و دیانت کی وجہ سے بادشاہ کا مزاج شناس اور مقرب بن گیا۔ شاہجہان کے قریبی ملازمین میں شامل ہو گیا۔ وہ اول داروغہ عدالت بنا۔ اس لئے مقدمات اور عدالتی معاملات اتنی دیانت اور معاملہ فہمی سے باحسن وجوہ سرانجام دیئے کہ بادشاہ نے اسے "وزیر خان" کے عہدے پر لگا دیا۔ ۱۰۳۰ء میں حکیم علیم الدین انصاری کو سارے پنجاب کا بااختیار افسر کے ساتھ ساتھ پنج ہزاری سوار کا اعزاز حاصل ہو گیا۔ شاہجہان کی تخت نشینی کے موقع پر اسے بہت سے اعزاز و مناصب سے نوازا گیا۔ ۱۰۴۱ء میں علیم الدین مکمل اختیارات کے ساتھ پنجاب کا صوبے دار بن گیا۔ ان تمام ترقیوں کے باوجود حکیم علیم الدین کی دیانت، محنت، کارکردگی میں فرق نہ آیا۔ یہ زمانہ مغلوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ بادشاہ شاہجہان کے دور میں یادگار عمارتیں، بازار۔ سرائے۔ باغات۔ حویلیاں اور مساجد کی تعمیر ہوئی۔ لاہور کے مضافات میں دریائے چناب کے کنارے پر وزیر آباد شہر بنایا گیا۔ چنیوٹ کے گرد اگرد پختہ اینٹوں سے چار دیواری تعمیر کی گئی۔ عمارتیں۔ دکانیں۔ مسجدیں۔ سرائیں۔ شفاخانے اور دینی مدارس اور مساجد تعمیر کی گئیں۔ ان تمام خدمات کے باوجود نہ اس کی سادگی میں فرق آیا۔ نہ اس کی کفایت شعاری میں

تبدیلی آئی۔

مسجد وزیر خان کی جائے وقوع:

حکیم علیم الدین نے لاہور شہر کے عین درمیان ایک بہت بڑی مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ جہاں ایک عظیم الشان دینی مدرسہ تھا اور شیخ اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا۔ اس نے یہاں ایک بلند پایہ مسجد کی بنیاد رکھی جس کا نام مسجد وزیر خان مشہور ہوا۔ اس مسجد سے سیدھا دہلی دروازہ کی طرف مشرق و قطعیت "مسجد قصاباں" کی دیوار کے ساتھ ساتھ راستہ گزرتا تھا۔ یہ وہی مسجد قصاباں ہے جس میں بانی مسجد وزیر خان حکیم علیم الدین ایک درویش طالب علم کی حیثیت سے پڑھا کرتا تھا۔ شاہجہان کے وزیر اعظم ملا سعد اللہ خان بادیہ گردی کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو رات کو گدائی کرتے دن کو پڑھتے اور مسجد گازرونی میں سو رہتے۔ مسجد گازرونی ان دنوں علماء فضلاء کی کثرت کے باعث عظیم الشان دار العلوم کا کام دے رہی تھی۔

مسجد وزیر خان تین سال میں تعمیر ہوئی۔ اس کے در و دیوار پر جو رنگ آمیزی کی گئی وہ ہندوستان کے علاوہ افغانستان، خراسان اور ایران کی مساجد سے اعلیٰ ہے۔ اس مسجد کی شان و شوکت نے پورے ایشیا میں اپنا مقام بنایا اور دنیا بھر کے لوگ اس کی زیارت کو قافلہ در قافلہ آتے۔

مغل زوال کے بعد جب پنجاب میں سکھا شاہی کا اقتدار آیا۔ تو لاہور کی کئی مساجد کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ مسجدوں کے محراب و منبر توڑ پھوڑ دیئے گئے۔ مسجد وزیر خان کے ارد گرد عمارات کو گرا کر سکھوں نے اپنے گھر بنا لئے۔ مگر مسجد وزیر خان کو اس لیے زیادہ نقصان نہ ہوا کہ یہاں کے خطیب و امام مولانا غلام محمد عرف مولوی گاموں تھے۔ جو مہاراجہ کھڑک سنگھ کے بچوں کے استاد تھے۔ جس کے سبب سکھوں کے جتھے مسجد کے اندر جا ہی نہ سکے۔ آج بھی مسجد وزیر خان اپنے جاہ و جلال کے ساتھ لاہور شہر کے درمیان کھڑی ہے۔ صدر دروازہ کے اندر کی طرف یہ شعر بانی مسجد کی محبت رسول کی نشاندہی کرتا ہے۔

محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

اتنی شاندار مسجد کے خطبا اور ائمہ کے اسمائے گرامی تو ہمیں معلوم نہیں ہو سکے البتہ سکھ دور کے بعد کے جن علمائے کرام نے امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے ان میں چند کے نام مل سکے ہیں۔ ۱۲۲۲ھ میں ایک عالم دین مولانا غلام محمد عرف امام گاموں کا نام ملتا ہے جو مسجد وزیر خان کا امام تھا۔ ان کے والد محمد صدیق بھی امامت کرتے رہے تھے۔ حدائق حنفیہ میں لکھا ہے کہ ان کے والد محترم مولانا محمد حنیف بن محمد لطیف بڑے عالم فاضل' فقیہ محدث اور واعظ تھے۔ اور کابل سے آ کر لاہور کی مسجد وزیر خان کی امامت کرتے رہے۔

امام گاموں کی وفات کے بعد ان کا بیٹا اللہ بخش امام بنا۔ اور ۱۲۷۸ھ میں فوت ہو گیا۔ ان کا بیٹا میاں محمد ایک عرصہ تک امامت کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ انگریزوں کے قبضہ کے بعد مسجد وزیر خان کے امام کا نام "مولوی بخاری" ملتا ہے جو زبردست خطیب اور مقرر بھی تھے۔ ان کے ساتھ مولوی عبداللہ پشاوری درس قرآن دیتے تھے۔ اور ایک شخص شمس الدین موذن تھے۔ یہ وہی مولانا شمس الدین ہیں جنہوں نے غازی علم دین شہید کا جنازہ پڑھایا تھا۔ کیونکہ مولانا دیدار علی رش کے باعث پہنچ نہ سکے تھے۔ ورنہ جنازہ مولانا دیدار علی شاہ نے پڑھانا تھا۔ اسی زمانہ میں الور کے ایک عالم دین' مولانا سید دیدار علی شاہ لاہور آئے تو دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں مدرس بنے۔ وہ بے مثال واعظ تھے۔ مسجد وزیر خان کے مقرر بنے' خطیب بنے' امام بنے۔ قاری شمس الدین نماز تراویح میں قرآن سناتے۔ مولانا دیدار علی شاہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابوالحسنات مولانا محمد احمد خطیب رہے۔ پھر ان کے بھتیجے خلیل احمد قادری خطابت کرتے رہے۔ اگرچہ مسجد وزیر خان محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر اہتمام ہے مگر امامت اور خطابت پر مولانا دیدار علی الوری کی اولاد سے عالم دین خطیب و امام ہیں۔

مسجد وزیر خان کا منبر:

ہم نے مسجد وزیر خان کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے مگر اس کے محراب میں ایک شاندار منبر کا ذکر نہایت ضروری ہے۔ لاہور کے وائسرائے لارڈ کرزن گورنر جنرل ہند نے ۱۸۹۹ء میں منبر کا عطیہ دیا جو اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ یہ اخروٹ کی لکڑی سے بنایا گیا تھا اور اس پر نقش و نگار اس دور کی عمدہ مثال ہیں۔

مسجد پری محل:

شاہ عالمی دروازے کے اندر ایک اونچی مسجد ہے۔ اس کی کرسی ایک منزل سے اونچی ہے کنہیا لال نے اپنی تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ نواب وزیر خان نے یہ اونچی مسجد اپنے گھر کے قریب بنائی تھی۔ وہ خود اس میں نماز پڑھا کرتا تھا اس کے پیچھے مسجد "پری محل" تھی۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ گر گئی۔

لاہور کے ایک رئیس میاں چراغ دین وانگر نے اسے از سر نو مرمت کیا۔ پاکستان کے بننے سے پہلے یہ مسجد ہندوؤں کے محلے میں گھری ہوئی تھی۔ مگر پاکستان بننے کے بعد اب قدیم شاہی مسجد کو نماز کے لیے کھول دیا گیا ہے اس کی پیشانی پر اب بھی وہ کتبہ موجود ہے جو سنگ مرمر پر درج ہے۔

چوں این مسجد لباس نو پوشید
چراغ دین فروغ نو بہ بخشید
چوں تاریخ بانیش بخش لیقی
چراغ و مسجد آمد سال تجدید
۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء

وزیر خان کی چھوٹی مسجد:

مسجد وزیر خان سے شمال کی طرف جائیں تو سنہری مسجد کے شمال میں ٹکسالی دروازہ

بازار حکیماں میں نواب وزیر خان نے [illegible] میں ایک چھوٹی مسجد تعمیر کروائی تھی۔ لاہور شہر کا یہ حصہ بڑا آباد رہا ہے۔ محمود غزنوی کے دور کے بہت سے محلات اسی علاقہ میں موجود تھے۔ اس علاقہ میں بازار طبی (پنی بازار) میں شاہجہان کے زمانہ کی مسجد دارالعلوم نعمانیہ کے جنوب میں تھی۔ اسے بعض لوگ دارا شکوہ کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ سکھوں نے اس علاقے کے تاریخی محلات تہس نہس کر دیئے اور اپنے مکان بنا لئے۔ راجہ دھیان سنگھ کی حویلی، راجہ چیت سنگھ کی حویلی ان مکانوں کو گرا کر بنائی گئی تھیں۔ سید لطیف اس علاقے میں رہتے تھے انہوں نے اپنی انگریزی میں تاریخ لاہور لکھی ہے جس میں اس علاقے کی تباہی کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے۔ وزیر خان کی یہ چھوٹی مسجد جسے شاہجہانی مسجد کہا جاتا تھا۔ ۲۰۰۹ء میں شہید کر کے جامعہ نعمانیہ کی خوبصورت جامع مسجد نعمانیہ بن گئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سے جامعہ نعمانیہ کے طلبا اور علاقے کے مسلمانوں کو نماز ادا کرنے میں آسانیاں ہو گئی ہیں۔ یہ مسجد اور بینٹ گروپ الاعتر یز کے مالک جناب محمد فاضل نے زر کثیر خرچ کر کے تعمیر کروائی ہے اور اپنی والدہ "فردوس" کے نام صدقہ جاریہ کے طور پر اللہ کا گھر بنوایا ہے۔

> ہم نے لاہور کی چند قدیم مساجد کا ذکر کیا ہے ابھی بہت سی مساجد کا تذکرہ باقی ہے۔ اگر "قارئین جہانِ رضا" نے دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور ہمیں دوسری قسط شائع کرنے کا حکم ملا تو آئندہ شمارے میں باقی ماندہ مساجد کا تذکرہ لکھا جائے گا۔ (ادارہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

مکتبہ نوشہ

گنج بخش روڈ لاہور

0300-4235656